(جو ۱۴ر نومبر ۱۹۲۴ء کو حضور نے پلسنا نامی جہاز کے تختہ پر پڑھا)

تلاوت سورہ فاتحہ کے بعد فرمایا:-

معمولی حالات کے ماتحت خدا تعالےٰ کا فضل شامل حال رہے تو اور کوئی جمعہ ہندوستان کے باہر نہ آئے گا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ باوجودیکہ ہم بوجہ مسافر ہونے کے ظہر کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جمعہ کی نماز پڑھ لیں:

انسانی زندگی کو اگر دیکھا جاوے۔ تو اس میں دو کیفیتیں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ دونو ہی اپنی ذات میں شدید ہوتی ہیں ایسی شدید کہ انسان سمجھتا ہے۔ کہ ان کیفیات کا ہی ساری زندگی پر اثر ہے۔ لیکن دونوں حالتوں کا دوسرے وقت میں انسان اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ کہ وہ پیدا ہی کیونکر ہو سکتی ہیں۔ وہ کیفیتیں کیا ہیں ایک یہ کہ جس وقت انسان کو کوئی معاملہ پیش آتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ جس رنگ میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے۔ ترقی کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو وہ تباہ ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ جب وہ بات ہو جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ یہ معمولی بات تھی ہوتی تو کیا اور نہ ہوتی تو کیا۔ اگر جوش دکھا لیا تو کیا نہ دکھاتا تو کچھ ہرج نہ تھا:

یہ کیفیتیں دنیا کے ہر کام میں نظر آتی ہیں۔ ایک وقت ہوتا ہے۔ خاص رو میں جذبات بہے چلے جاتے ہیں۔ اور جب وہ کام ہو چکتا ہے۔ تو دوسرا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ اس کا نام قوت فاعلی اور انفعالی رکھتے ہیں۔ اور مغربی لوگ اس کو ایکشن اور ری ایکشن کہتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ ایک شخص نقصان کرتا ہے۔ تو غصہ کے جذبات جوش میں آتے ہیں۔ اس وقت یہی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ ناراض نہ ہوں۔ تو کیا ہو۔ لیکن جب وہ وقت گذر جاتا ہے۔ تو دوسری کیفیت اپنا اثر شروع کرتی ہے۔ تب کہتا ہے۔ کہ اگر میں خاموش رہتا۔ تو کیا ہرج تھا۔ جب ایکشن ہوتا ہے۔ تو سمجھتا ہے۔ کہ یہ ضروری تھا۔ اور جب ری ایکشن ہوتا ہے۔ تو اسے سمجھتا ہے۔ کہ یہ ضروری تھا۔ انسان کی یہ نارمل حالت ہے۔ جب انسان ان کیفیات کی اس حالت میں سے گذرتا ہے تو موجودہ حالت اور مستقبل قریب کی حالت میں جوش نمو کام کرتا ہے۔ اور گذشتہ کے بھلانے کا جوش پیدا ہوتا رہتا ہے۔

پھر اس کے بعد غیر معمولی تغیرات کا سلسلہ چلتا ہے۔ ان میں کبھی کبھی یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ کہ قوت فاعلی ہی کا اثر چلا جاتا ہے اور انفعالی قوت آتی ہی نہیں۔ اور زمانہ قوت فاعلی کے اثرات کو مٹاتا نہیں۔ ری ایکشن کی حالت پیدا نہیں ہوتی۔ گو دماغ کی حالت بیکار نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ اپنی ہی قوتیں ٹکرا کر بیکار ہو جائیں گی۔

پھر ایک اور تغیر ہے۔ کہ قوت فاعلی حد سے نہیں گذرتی۔ موقعہ پر سختی کرتا اور ناراض ہوتا ہے۔ مگر موقعہ سے زیادہ نہیں بڑھتا۔ اس سے قوت فاعلی کا ذخیرہ کافی رہتا ہے۔ چونکہ عین محل پر غصہ اور عین موقعہ پر خوش ہوتا ہے۔ اس لئے دونو قوتیں زندہ رہتی ہیں نہ ضائع ہوتی ہیں۔ اور نہ زنگ آلود ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قوت انفعالی کا حال ہے۔ چونکہ شدید غصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کبھی افسوس کم ہوتا ہے۔ اس لئے دونو طاقتیں محفوظ رہتی ہیں۔ یہ بہت اعلیٰ درجہ کی بات ہے جو روحانی کہلاتی ہے۔ تو اب تین درجے ہوئے۔ ایک طبعی ایک حیوانی اور ایک روحانی۔ یہ ایک قانون ہے۔ جس کو ہم دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور قانون ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے انسان کی زندگی کو ایسا بنایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی دو صفتوں کے ماتحت چلتی ہے۔ اگر ایسی حالت نہ ہو۔ تو ان صفات کا انسان سے کوئی تعلق نہ رہے۔ وہ صفات قبض اور بسط کی ہیں۔ اور خدا کا نام القابض اور الباسط ہے۔ یقبض و یبسط اگر غور کریں۔ تو انسانی حالت ان ہر دو صفات کے ماتحت ہمیشہ جاری ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اور رونے لگا۔ کہ یا رسول اللہ میں منافق ہو گیا آپ نے پوچھا کیوں۔ عرض کیا کہ جب میں آپ کی مجلس میں ہوتا ہوں۔ تو میری یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ جنت و نار میرے سامنے ہوتے ہیں۔ اور جب میں گھر جاتا ہوں۔ تو یہ حالت جاتی رہتی ہے۔ اور میں سب کچھ بھول جاتا ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو ایمان ہے۔ ایمان ایسی حالت میں سے گذرتا ہے۔ اور مومن کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔ یعنی اس پر قبض اور بسط کی حالت آتی رہتی ہے۔ ایک وقت اس پر ایسا آجاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ علم اور معرفت کو اس سے ایسے طور پر ہٹا لیتا ہے۔ کہ اسے خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ آیا وہ مومن ہے یا نہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے۔ کہ وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ اور پھر وہ معرفت اور بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں انسان کی زندگی اور ترقی اور کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ مختلف حالتیں اس پر وارد ہوتی رہیں۔ ایک وقت روحانی حالت کی ترقی اور درستی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو دوسرے وقت وہ حالت نہیں پاتا اور فکر کرتا ہے۔

جب وہ روحانی ترقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو بعض وقت سمجھتا ہے۔ کہ کھانے پینے کے حوائج ضروریہ میں جو وقت خرچ ہوتا ہے۔ یہ بھی ضائع جاتا ہے۔ سارا وقت خدا ہی کے لئے لگانا چاہیئے۔ حالانکہ منشاء الٰہی یہ ہے۔ کہ دوسری طرف بھی لگانا چاہیئے۔ اگر وہ ان چیزوں کی طرف خدا کے لئے متوجہ ہوتا ہے تو وہ حالت بھی اس کی روحانی ہی ہو جاتی ہے۔ اور سب کچھ خدا کے لئے ہو جاتا ہے:

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ پر ایک حالت ایسی آتی ہے۔ کہ جب تک خدا تعالےٰ مجھ کو نہیں کہتا کہ اے عبدالقادر میری ذات کی قسم ہے کھا میں نہیں کھاتا۔ اور نہیں پیتا اور نہیں پہنتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دیتے ہوں میں ایسے بزرگ کی نسبت یہ خیال نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی درست ہے۔ جو انہوں نے کہا ہے۔ حقیقت میں یہ سوال و جواب شریعت کا ہے۔ ایک مومن قسم کھا کر کہہ سکتا ہے۔ کہ ایک مومن کا کھانا پینا اور پہننا سب اللہ ہی کے لئے اور اسی کے حکم سے ہے۔ اگر اس کا حکم نہ ہوتا۔ تو ایک مومن کبھی نہ کھاتا۔ اور نہ پیتا اور نہ پہنتا۔ پس جب انسان الٰہی شریعت کے اس طرح پر تابع ہو جاتا ہے۔ اور اپنی مرضی اور خواہش کو درمیان سے نکال کر خدا تعالےٰ کی مرضی اور رضا کو مقدم کر لیتا ہے۔ تو اسے اللہ کے حکم کے سوا کسی کام کے کرنے سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر جو کچھ وہ کرتا ہے۔ وہ اللہ ہی کے حکم کی تعمیل اور ارشاد ہوتی ہے۔ یہ حالت ہر شخص پر خواہ وہ نبی ہو یا عام آدمی آتی ہے۔ پھر ایک اور روحانی قانون جاری ہے۔ کہ قبض اور بسط سے مختلف نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی قبض سے قبض اور بسط سے بسط پیدا ہوتا ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

ایک شخص جو خود ایک زبردست قبض کی حالت میں مبتلا ہے۔ وہ ایک مجلس میں چلا جاوے۔ تو اس کی قبض کا اثر دوسروں پر بھی نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اور وہ افسردہ خاطر ہو جاتے ہیں اور ایک شخص جو بسط کی زبردست حالت میں ہے۔ اس کی مجلس میں اگر غم و ہم میں مبتلا شخص بھی چلا جاوے۔ تو رفتہ رفتہ اس کی وہ حالت قبض بسط اور انشراح صدر سے تبدیل ہو جائیگی۔ اس کے لئے اجتماع تخیل کی ضرورت ہے۔ زبردست انسان ایسی حالتیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے نبیوں اور ماموروں کی صحبت میں یہ نظارے عام طور پر نظر آتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں میں بھی:

ایک شخص سخت غصہ کی حالت میں کسی مجلس میں آجاوے اور اس غصہ کا اظہار اس کے چہرہ اور زبان سے ہو رہا ہو۔ دو چار گالیاں بھی سنا دے تھوڑی ہی دیر میں سب کی حالت بدل جائے گی۔ اور منغص ہو جائینگے۔ اور اگر وہ خوش ہو اور ہنستا ہوا آتا ہے۔ تو اس کے اثر سے باقی بھی خواہ کیسے ہی افسردہ خاطر ہوں۔ ہنسنے لگ جائیں گے۔ یہ عام مشاہدات ہیں۔

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان
ہفتہ میں تین بار
فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی انچارج ۶ فانی

نمبر ۶۶

جماعت احمدیہ کا مسلم آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

مورخہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء یوم سہ شنبہ مطابق ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۳ھ

مدینۃ المسیح

حضرت اقدس سیدنا خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت کے متعلق جو ڈاکٹری رپورٹ مکرمی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بھیجی ہے درج ذیل ہے :۔

"۱۲ دسمبر۔ حضرت صاحب کو نیند کی زیادتی۔ بھوک کی کمی اور تمام جسم میں تکلیف ہے۔ نبض میں کمزوری ہے۔

۱۳ دسمبر۔ کل جیسی حالت ہے۔

خاکسار حشمت اللہ" ۱۳/۱۲/۲۴

تمام احباب حضرت اقدس کی صحت کاملہ کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

مورخہ ۱۳ دسمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے تمام احمدی احباب قادیان کو مسجد اقصیٰ میں جمع ہونے کا ارشاد فرمایا اور نماز ظہر کے بعد ایک لطیف تقریر فرمائی۔ جو بعد میں شائع کی جائیگی۔ انشاء اللہ۔

پچھلے دنوں بارش ہو جانے کی وجہ سردی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے

سلسلہ کی ایک عالم خاتون کا انتقال

خوشی اور غم کا توام ہفتہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بلاد یورپ اسلامیہ سے واپسی پر تمام جماعت میں عموماً اور ساکنین دارالامان میں خصوصاً جو مسرت اور خوشی کی رَو جاری تھی۔ اسے سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی وفات نے دوسری طرف بدل دیا۔ لیکن خوشی اور غم کا یہ توام ہفتہ جماعت میں روحانیت اور توجہ الی اللہ پیدا کرنے والا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی واپسی کی خوشی بھی خدا تعالیٰ پر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک زندہ ایمان پیدا کر رہی تھی۔ کہ کس طرح پر وہ باتیں جو آج سے چالیس برس پیشتر کہی گئی تھیں۔ پوری ہوئیں۔ اور سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی وفات نے دُنیا کی بے ثباتی کا منظر پیش کر کے جماعت کو خدا کی طرف متوجہ کیا۔ سیدہ

امۃ الحی صاحبہ کی زندگی اور موت مبارک اور ایک قابل عزت و یاد نمونہ ہے۔ بچپن سے لیکر شادی تک اور شادی کے بعد موت تک کبھی دُنیا کے ملاذات اور زیب و زینت کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے اگرچہ اسے عورت پیدا کیا تھا مگر حقیقت میں وہ لیس الذکر کالانثیٰ کی مثال تھی۔ اس میں سلسلہ کی خدمت اور اپنی نوع صنف نازک کی بھلائی کے لئے مردوں سے کم جذبہ اور جوش نہ تھا۔ اگر خدا تعالیٰ اسے زندگی دیتا۔ تو یقین تھا کہ مستورات میں وہ علمی مذاق اور سلسلہ کی خدمت کے لئے جوش کی ایک خاص رو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تعلیم اور ہدایت سے پیدا کر دیتی۔

زندگی میں جو چیز اس کو سب سے زیادہ پیاری تھی وہ

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)
الفضل

قادیان دار الامان - ۱۶ دسمبر ۱۹۲۴ء

زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کا ایک زبردست پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ذرّہ نوازی کر کے ایک ادنیٰ اور حقیر چیز کو وہ رفعت اور منزلت بخشتا ہے۔ کہ مادی دنیا حیران اور ششدر رہ جاتی ہے۔ بنی اسرائیل نہایت قعر مذلت میں گرے ہوئے تھے۔ اور ان کو نہایت حقیر سمجھا جاتا تھا۔ مگر وہ خدا کہ حقیقتاً اسی کے ہاتھ میں سب عزتیں ہیں۔ اس نے اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا اور اس گری ہوئی قوم کو اپنے زبردست ہاتھ سے سنبھالا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ کہ ہم ان بنی اسرائیل پر احسان کرنا چاہتے ہیں جن کو ملک میں بالکل ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔ یعنی ہم انکو سردار اور ملک کا بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرعون اور ہامان کو وہ کچھ دیکھنا پڑا۔ جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ نہایت حسرت اور یاس کے ساتھ ان کو اپنے ملک اور املاک سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور بنی اسرائیل جو اسوقت کی دُنیا کی نگاہ میں کچھ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت نمائی کے لئے چنا۔ اور ملک کا مالک بنا دیا اسی طرح مکہ کوئی ایسا مقام نہ تھا۔ کہ اسکی کسی خوبی کی وجہ سے کسی مہذب قوم کی نگاہ اس کے عمدہ مناظر اور خوبیوں پر پڑسکتی جس سے ایک عالم کا رجحان اس کی طرف ہو جاتا۔ اور وہ مکہ ایک خاص عزت اور شہرت حاصل کر لیتا۔ مگر خدا تعالیٰ کے زبردست ہاتھ نے اس گمنام بستی کو جو کہ وادی غیر ذی ذرع کی حیثیت سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی وہ شہرت اور قبولیت بخشی۔ کہ چار اکناف عالم میں مکہ کا نام عزت کے ساتھ گونج گیا۔ مگر شرف المکان بالمکین کے اصل کے ماتحت خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت نمائی کے لئے اہل مکہ میں سے مکین بھی وہ منتخب کیا۔ جو یتیم اور ہر طرح سے بیکس و بے بس تھا۔ تا غافل دنیا یہ یقین کر لے کہ حقیقتاً تمام بڑائیوں کا مالک خدا ہے۔ اور وہی جس کو چاہتا ہے۔ عزت بخشتا ہے۔ مگر وہ خدا جو حی و قیوم خدا ہے۔ اس کی کوئی صفت معطل نہیں ہوئی۔ اسکی قدرتیں اور پاک صفات پہلے زمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ وہ ہر زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ اس کی حی و قیوم ذات ہر زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں بھی اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اس نے سنت قدیمہ کے مطابق اس زمانہ میں بھی اپنی قدرت نمائی کے لئے ایسی بستی کو منتخب کیا جو بالکل گمنام اور دُور افتادہ تھی۔ اور وہ کوئی ایسی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ کہ جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اسکی طرف توجہ اور رغبت پیدا ہو۔ ورنہ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی میں ایک رخنہ واقعہ ہو جاتا۔ اور سطحی نظر والے اس کی شہرت کو دیگر امور پر محمول کر لیتے۔ وہ بستی قادیان ہے جس کا نام اب زبان زد خلائق ہو رہا ہے۔ اور مکہ کی طرح اس کے شرف کو بھی قائم کرنے کے لئے اس کے ایک ایسے مکین کو منتخب کیا۔ کہ جس کے نام سے دُنیا ناواقف تھی۔ اور جس کو اس کی گوشہ نشینی اور خلوت کے باعث اہل قادیان بھی باوجودیکہ وہ ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اکثر نہیں جانتے تھے اور جس کے والد اپنے بڑے بیٹے کو وصیت کرتے ہیں کہ دیکھنا میرے پیچھے تمہارا بھائی حجرے کے کسی گوشہ میں بھوکا پیاسا نہ مر جائے۔ اس کی خبرگیری رکھنا۔ خدا تعالیٰ کے دست تصرف نے اس کو گدڑی کا لعل ثابت کر دیا۔ اور وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں۔ اس کا پاک وجود ہے۔ جس نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی یاد کو تازہ کر دیا۔ ؎

زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

قادیان کا جلسہ بھی خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کا ایک بین ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنوں اور بیگانوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کہ وہی قادر مطلق خدا اس جماعت کا سہارا ہے جو غیبی تصرفات سے اس سلسلہ کی مدد کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ جماعت روزافزوں ترقی کر رہی ہے۔ پس چونکہ سالانہ جلسہ خدا تعالیٰ کی قدیم قدرت کا مظہر ہے۔ جو اپنوں کے لئے ازدیاد ایمان اور دوسروں کے لئے قبول حق اور رفع شک کا باعث ہوتا ہے۔ خصوصاً یہ جلسہ اپنی تمام خصوصیات میں نہایت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے ہر ایک احمدی جو اس جلسہ میں شریک ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوتا ہے۔ پس مبارک ہیں۔ وہ جن کو خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا مظہر ٹھیراتا ہے پس جہاں ہر احمدی کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس جلسہ میں شریک ہو کر اپنے ایمان کو ترقی دے۔ اور حلاوۃ ایمان اسکو حاصل ہو۔ وہاں اس کا یہ بھی فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس جلسہ کی شرکت کے فیوض میں اپنے پسماندہ بھائیوں کو بھی شریک کرنے کی کوشش کرے۔ جو ابھی تک کسی وجہ سے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے کیونکہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کے ماتحت ہر احمدی بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس کوئی احمدی اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے فوائد میں دیگر ابنار جنس کو شریک نہیں کر لیتا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ کہ اس وقت تک مومن کہلانے کا کوئی مستحق نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی اس کو پسند نہ کرے۔ پس جماعت کے ہر فرد کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ جلسہ کے فوائد کو متعدی بنانے کے واسطے بکثرت غیر احمدی صاحبان کو اپنے ہمراہ لانے کی پوری کوشش اور سعی کرے انشاء اللہ تعالیٰ ہمت مرداں مدد خدا نتیجہ ضرور بخیر ہوگا اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ انسانی ضروریات اور حوائج بسا اوقات بڑے بڑے مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ جرأت کھونے اور قدم بڑھانے سے رکتا ہے۔ مگر ایک مومن کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے۔ کہ محیای و مماتی للہ رب العالمین۔ خصوصاً جبکہ ہر ایک شخص جو اس سلسلہ حقہ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ اس بات کا عہد کرتا ہے۔ کہ میں دین کو دُنیا پر مقدم کروں گا۔ پس یہ ناممکن ہے۔ کہ ایک احمدی جس نے اپنی موت و حیات کو خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ کوئی دنیاوی مشکل اس کے قدم کو پیچھے ہٹا سکے۔ کیونکہ دنیا کی مشکلات کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ موت ہو سکتی ہے۔ پس جبکہ ایک احمدی نے خدا کے لئے مرنا بھی منظور کر لیا ہے۔ تو پھر اور کونسی ایسی مشکل ہو سکتی ہے جو اس کو کسی للہی کام سے روک سکے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ کہ شیطان انسان کو کسی کار خیر میں حصہ لینے سے فقر و فاقہ کا خوف دلا کر روکتا اور باز رکھتا ہے۔ مگر انسان اگر جرأت اور ہمت کرے تو خدا تعالیٰ اسکو اس قربانی کے عوض میں اپنی بخشش اور فضل عظیم کا وعدہ فرماتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں ؎

بہ بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمیگردد ٭ خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

پس جہاں ہمارے احباب اس جلسہ کی تقریب پر اپنے اخراجات سفر برداشت کرینگے۔ وہاں اگر انکو دوسروں پر بھی کچھ خرچ کر کے ہمراہ لانا پڑے۔ تو خدا تعالیٰ کے وعدوں کی بنا پر فراخ حوصلگی سے کام لیں۔ اور

شہادات مرزا کا جواب بکمالات احمدیہ

گذشتہ سال مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک رسالہ شہادات مرزا بوعدہ انعام ایک ہزار لکھا تھا جس کا مسکت و مبکت خصم جواب مدت معینہ چھ ماہ کے اندر رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں مولوی صاحب کو بذریعہ رجسٹری پہنچا دیا گیا جس کے جواب میں مولوی صاحب کو قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اب آٹھ ماہ کے بعد مولوی صاحب اہل حدیث مورخہ ۵ دسمبر میں کھلی چٹھی کے عنوان کے ماتحت انعام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"چونکہ راقم مضمون نے اب تک انعام کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ہی طریق فیصلہ بتایا ہے۔ اور نہ ہی مجھ سے پوچھا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ وہ خود ہی اپنے جواب کو کمزور سمجھتے ہیں۔"

مولوی صاحب کو معلوم ہوگا۔ کہ جواب کی اشاعت سے پہلے اخبار فاروق کے ذریعہ مکرمی جناب میر قاسم علی صاحب نے دریافت کیا تھا۔

"کہ وہ شرائط جواب جن کے ماتحت وہ موعودہ رقم دینے والے ہیں۔ لکھ کر یا بذریعہ اہل حدیث طبع کرکے جلد میرے پاس بھیجیں۔ نیز منصف وغیرہ کے متعلق بھی لکھیں۔ کہ کس کو منصف مقرر کیا جائیگا۔ اور کن شرائط کے ماتحت وہ فیصلہ دیگا۔"

(فاروق ۱۳ و ۲۰ مارچ ۱۹۲۴ء)

مگر اس کا مولوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد ہم نے گذشتہ تجربات کی بناء پر اور نیز مرتے ہوئے کو مارنا مناسب نہ سمجھ کر انعام لینے کے مطالبہ پر اصرار نہ کیا۔ غور تو کرو۔ کہ وہ شخص جو ایک انعامی کتاب لکھتا ہو۔ اور پھر اسے اپنے ہمنواؤں میں چھپائے رکھتا ہے۔ اور بار بار مطالبہ کرنے پر بھی بھیجنے سے دریغ کرتا ہوا خلاف وعدہ کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ میں نے ایک رسالہ قادیان بھیجا ہوا تھا جس کے جواب میں قسم دی جاتی ہے (فاروق ۲۰ مارچ) تو جواب کچھ نہیں دیتا۔ آخر لکھا جاتا ہے :-

"اگر یہ رسالہ بزعم خود لاجواب ہے۔ تو کیوں نہیں بھیجتا۔ اب اگر رجسٹری کرا کر نہیں بھیجتا تو بذریعہ وی پی بھیجے۔" (الفضل ۲۷ مارچ)

پھر ۲۰ مارچ کے فاروق میں لکھا جاتا ہے تو مخلوق خدا سے شرما کر ۲۷ مارچ کو وی پی نمبر ۵۰۸ ۹ آنہ کے کو رسالہ بھیجتا ہے۔ تو ایسے شخص سے ایک ہزار کا مطالبہ کرنا چیل کے گھونسلے سے گوشت کا تلاش کرنیوالی بات نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر مولوی صاحب کو یاد ہوگا۔ کہ اس سے پہلے بھی انہوں نے حدیث یخرج فی آخر الزمان دجال پر اہلحدیث ۹ جنوری ۱۹۲۳ء میں ایک انعام مقرر کیا تھا۔

"کہ اگر تم مرزا صاحب قادیانی کی روایت مندرجہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۳ کسی کتاب سے دکھا دو۔ تو لدھیانہ کا تین سو روپیہ تم سے لیا ہوا واپس کرنے کا وعدہ لکھا ہوا۔"

جب الفضل ۹ جنوری ۱۹۲۳ء میں مکرمی و مخدومی جناب قاضی اکمل صاحب کی طرف سے اس چیلنج کو منظور کیا گیا تھا۔ انہیں بغلیں جھانکنے اور ادھر ادھر کی باتیں اور چیلنج کے الفاظ تبدیل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں سوجھا تھا۔

مولوی صاحب خدا تعالیٰ کے پہلوان کی طرح انعام مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ جن سے ان کو کوئی نسبت نہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ دیکھو حضرت حجۃ اللہ علی الارض نے جب اعجاز احمدی پر دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا تو ایک خاص آدمی کے ہاتھ کتاب کو مولوی صاحب کے پاس پہنچایا اور پھر ساتھ ہی اس کے صفحہ ۴۷ پر لکھ دیا۔

"خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دیگا۔ اور ان کے دلوں کو غبی کر دیگا۔"

یعنے مدت معینہ کے اندر کچھ بھی اس کتاب کا جواب نہیں لکھ سکیں گے۔ پس اسوقت مولوی صاحب اور ان کے رفقاء سے یہ ہوسکا۔ کہ جس طرح ہوسکے۔ غلط یا صحیح جواب لکھ دیں۔

پس مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر ہم نے مطالبہ انعام پر زور نہیں دیا۔ اور اس سے ہمارے جواب کی کمزوری نہیں۔ بلکہ مضبوطی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم نے پبلک پر چھوڑا ہے۔ کہ وہ دونوں کتابوں کو پڑھ کر فیصلہ کریں۔ کہ کس کی کتاب میں اصل حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور کس نے مزدورانہ کارروائی کی ہے۔ اگر مولوی صاحب کو اپنی کتاب کے لاجواب ہونے پر اعتقاد تھا۔ اور انعام کا فیصلہ کرانا چاہتے تھے۔ تو آٹھ مہینے تک کیوں خاموش ہو رہے اور اب نویں مہینے میں آ کر کس چیز نے ان کے اندر قلق اور اضطراب پیدا کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ مذکورہ بالا چند کلمات لکھنے پر مجبور ہوئے۔ پھر مولوی صاحب کو چاہئے تھا کہ آپ اسوقت یہ عذر پیش کرتے۔ جبکہ راقم جواب رسالہ شہادات مرزا یعنی خاکسار نے الحکم ۷ اگست میں لکھا تھا۔

"اب ہم مولوی صاحب کو کمالات احمدیہ کے جواب کی طرف مکرر توجہ دلاتے ہیں۔ اور چیلنج دیتے ہیں۔ کہ اگر ان میں کچھ جرأت و ہمت باقی ہے۔ تو اس کا جواب لکھیں۔"

اسوقت بھی آپ نے مقابلۃً ایک حرف نہ لکھا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب کو اس بات پر حسرت ہے۔ کہ ہم نے کیوں چھ ماہ کے اندر ان کے زعم کے برخلاف اور ان کی تمام تدبیروں پر پانی پھیرتے ہوئے مکمل و مدلل جواب شائع کر کے ان کے پاس پہنچا دیا۔ اور شائع کرنے سے پہلے پہلے اس تھوڑی سی مدت کو جس میں ہمیں وہ رسالہ ملا۔ منصف وغیرہ کی شرائط طے کرنے میں کیوں ضائع نہ کر دیا۔

پھر آپ لکھتے ہیں :-

"کیا ممکن ہے۔ کہ آپ ہی حلفیہ مؤکد بعذاب تا ایک سال فیصلہ کر دیں کہ جواب صحیح یا غلط ہے۔"

حضرت دوسروں سے حلف اٹھوانے کی ضرورت نہیں اعتراضات آپ کے ہیں۔ جوابات میرے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ہی حلف مؤکد بعذاب ایک سال تک اس بات پر اٹھائیں کہ جوابات غلط ہیں۔ اور ان جوابوں سے اعتراضات سارے کے سارے ویسے ہی قائم ہیں۔ جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ منجانب اللہ ہونے کا غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ نے خدا تعالیٰ پر افترا کیا ہے۔ نیز میں نے تو آپ کی کتاب کا جواب دیتے ہوئے کمالات احمدیہ کے صفحہ ۷۳ پر الہامات کے اصل الفاظ لکھ کر مباہلہ کے لئے لکھا تھا۔ جس سے آپ کی روح قبض ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو صادق و راستباز سمجھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعویٰ الہام میں (نعوذ باللہ) مفتری خیال کرتے ہیں۔ تو کیوں مباہلہ کے لئے میدان میں نہیں آتے۔ یا کیوں حلف مؤکد بعذاب حسب شرائط نہیں کھاتے۔

آپ اور آپ جیسوں کا خیر خواہ

ابو البشار جلال الدین شمس از قادیان

سفر یورپ اور اصحاب پیغام

جناب سید محمد حسین شاہ صاحب نے ایسے الفاظ میں ہمارے امام ہمام کا دو تین مرتبہ ذکر کیا ہے جو ایک شریف آدمی کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کسی کثیر جماعت کے سردار کے بارے میں استعمال کرے۔ آپ نفس پرست اور خود غرض کہتے ہوئے اب پوچھتے ہیں کہ یورپ میں پچاس ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ اور کتنے انگریز مسلمان ہوئے۔ جناب شاہ صاحب کو معلوم ہے کہ حضور نے اپنے سفر کے اغراض بالتفصیل بیان کر دیئے تھے۔ اور اس میں اشاعت اسلام کی سکیم سوچنا کام تھا نہ کہ مسلمان بنانا۔ تاہم جو کچھ وہاں ہوا۔ وہ سالوں کا کام دنوں میں ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ کامیابی بخشی کہ خود جناب خواجہ صاحب کو ان الفاظ کی پناہ میں اپنا جسم ضخیم لانا پڑا۔ ... اور بعض انگریزوں سے مضمون لکھائے۔ کہ احمدیہ تحریک کی یورپ میں خوب شہرت ہوگئی (ووکنگ مشن بہت پرانا ہے) باقی آپ کا پگڑی وغیرہ سر پر رکھ کر بازاروں میں جانے کو سوانگ بھرنا کہنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک ہے جو شان مومنانہ سے بعید ہے (اکمل)

یہ تھی کہ

خلافت راشدہ حقہ کو کامیابی ہو

اور اس کامیابی میں سلسلہ کی عورتوں کا اسی طرح حصہ ہو جس طرح قرن اول کی مسلمان خواتین نے کام کیا تھا۔ وہ دنیا میں رہتی تھی۔ مگر یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس کی زندگی دنیوی زندگی کے لحاظ سے زاہدانہ زندگی تھی۔ کبھی اس نے خاص اہتمام اپنے کھانے یا لباس کا نہ کیا۔ کھانے اور لباس کے پرستار معلوم نہیں اپنی اصطلاح میں اس کا کیا نام رکھیں۔ مگر اسکی محبوب ترین چیز

مستورات میں علمی اور عملی روح پیدا کرنا تھا

علمی ذوق وہ اپنی فطرت میں حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کی طرف سے وراثۃً لیکر آئی تھیں۔ مگر اس ذوق کی آبیاری حضرت خلیفہ ثانی کی رفاقت میں ایسی ہوئی۔ کہ آج سلسلہ میں اسکی نظیر نہیں۔ جس طرح پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے متعلق خدا نے فرمایا تھا۔ کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور سخت ذہین اور فہیم ہو گا۔ اسکے ذہن رسا اور فہم خداداد کا پرتو مرحومہ پر پڑا۔ اور بہت جلد اس نے علمی ترقی کی۔ اور اپنے علم کو متعدی اور نافع بنانے کے لئے اپنے اوقات کو وقف کر دیا۔ لجنہ اماء اللہ کی بنیاد ان کی زندگی کا ایک ایسا کارنامہ ہے۔ جو سلسلہ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جاویگا۔ اور آنیوالی نسلیں نہایت عزت و احترام سے اس مادر مشفقہ کا نام لیں گی۔ اس کے شاندار کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ پہلی خاتون ہے۔ جس نے حضرت خلیفہ ثانی کو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مستورات میں درس قرآن کی تحریک کی۔ ہر چند وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی ایک وصیت تھی۔ مگر انہوں نے نہایت دلیری اور جرأت سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو یہ پیغام پہنچایا۔ اور جب تک مستورات میں یہ سلسلہ درس کا جاری رہے گا۔ وہ مرحومہ کے لئے الدال علی الخیر کفاعلہ ایک سلسلہ خیر جاریہ کا ہو گا۔

مرحومہ میں اپنے ارادہ کی پختگی اور ہمت میں نہ تھکنے والی قوت تھی۔ وہ جس کام کا ارادہ کرتی تھیں۔ اسپر مضبوطی سے قائم ہو جاتی تھیں۔ اور ان کے ارادہ ہمیشہ خدمت سلسلہ اور مستورات کی بھلائی کے لئے ہوتے تھے۔ مستورات کے علیحدہ سالانہ جلسہ کی بھی دراصل وہ محرک تھیں۔ اور سالانہ جلسہ میں جس ہمت اور محنت اور اخلاص کے ساتھ وہ کام کرتی تھیں۔ میں ذاتی طور پر اسے جانتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس واقعہ کا قدرتی طور پر احساس ہوا ہے۔ محض اس لئے نہیں کہ آپ کی ایک مونس و رفیقہ کو موت نے جدا کر دیا۔ اس نے نہایت حوصلہ اور صبر کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے صدمہ کو برداشت کیا۔ اور مختلف موقعوں پر ان کے اعجازی صبر کا نمونہ دیکھا جا چکا ہے۔ اس صدمہ کے احساس کی سب سے بڑی وجہ اور حقیقی وجہ یہ ہے کہ

خلافت کے بار عظیم میں حقیقی دلچسپی رکھنے والی رفیقہ جدا ہو گئی

سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی وفات نے سلسلہ کی خواتین میں ایسی جگہ خالی کی ہے۔ کہ اس کا بدل نظر نہیں آتا۔ یہ موت ایک عالم کی موت ہے۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔

موت العالم موت العالم

غرض مرحومہ کی سلسلہ کے ہر فرد سے خالصۃً محبت اور اخلاص کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ وہ آخری گھڑیوں جبکہ دنیا سے الگ ہو رہی ہے۔

جماعت کے افراد کو السلام علیکم پہنچانے

کا آخری فرض ادا کرتی ہے۔ ہم اس محسنہ کے احسانات کا کیا شکریہ کر سکتے ہیں۔ جس نے ہماری آئندہ نسلوں کی اصلاح اور فلاح کے لئے ماؤں کو تیار کرنا شروع کیا تھا۔ اور اپنے تعلیمی فیوض سے بہت سی خواتین کے دماغ کو منور کر دیا ہے۔ یہ ماتم ایک عورت کی وفات کا نہیں۔ بلکہ میں

اس کو علم کا ماتم

کہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ قادر ہے۔ اور اس کے فضل سے ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس ابتلائے عظیم میں وہ ہمارے لئے کوئی خاص بہتری کی راہ تجویز کریگا۔ اور کسی ایسی روح کو مستورات میں کھڑا کریگا۔ جو مرحومہ کے کام کی تکمیل کے لئے اسی قسم کی جاں بازانہ سپرٹ سے کام کرے۔ مگر سردست یہ نقصان عظیم ہے۔

پس مرحومہ کے احسانات اگر نہ بھی ہوتے تب بھی انکی ذاتی پوزیشن کہ وہ خدا کے مسیح موعود کی بہو اور اسکے ایک خلیفہ کی بیٹی اور دوسرے کی بیوی تھیں۔ ایسی پوزیشن ہے کہ ہماری ذمہ واریوں کو اس احترام کے لئے بڑھا دیتی ہے۔ جو ہمارے ذمہ ہے۔ لیکن ان کے احسانات جماعت پر اور جماعت کے بہترین طبقہ اناث پر (جو ہماری آئندہ قوم کی مائیں ہیں) اس قدر ہیں۔ کہ اگر ہم تمام عمر ان کے لئے دعا کرتے رہیں۔ تو بھی عہدہ برآنہ ہونگے۔ اس لئے جماعت مرحومہ کے آخری پیغام السلام علیکم کو سنتی ہوئی ان کی ترقی مدارج اور ان کی اولاد کی علمی اور روحانی اور نفع رسان ترقیات کے لئے ہی دعا نہیں کریگی۔ بلکہ کوئی عملی صورت

کسی صدقہ جاریہ یادگار کے طور پر

پیدا کر کے اس بات کا ثبوت دیگی۔ کہ وہ ایک شکر گذار جماعت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا احساس فرائض

۱۳ر دسمبر ۱۹۲۴ء کو بارہ ۱۲ بجے کے قریب سردار ایشر سنگھ صاحب رئیس بھام تعزیت کے لئے حاضر ہوئے۔ سردار صاحب کے خاندان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے پرانے تعلقات محبت و اخلاص چلے آتے ہیں۔ سردار صاحب نے سیدہ امۃ الحی کی تعزیت کے سلسلہ میں خواہش کی۔ کہ آپ چند روز کے لئے اپنی صحت کی بحالی کے لئے ہمارے گاؤں کی طرف چلیں۔ دریا کے قریب میں سب انتظام کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ صحت پر میں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو ترجیح دیتا ہوں۔ مرحومہ کی اولاد کی تربیت اور تعلیم کی ذمہ واری اور سلسلہ کے کاموں کی ذمہ واری اتنی بڑی ہے کہ مجھے صحت کی طرف توجہ نہیں کرنے دیتی۔ میں اس کو گناہ سمجھتا ہوں کہ مرحومہ کی اولاد کی تعلیم و تربیت کے کام پر اپنے ذاتی آرام کو مقدم کروں۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ تو صحت اچھی ہو جائیگی۔ فی الحال سلسلہ کے ضروری کام اور تربیت اولاد مرحومہ ایک بہت بڑا کام میرے سامنے ہے۔

اعلان

جن احمدی احباب نے اراضیات کانشی پور کے متعلق بخلاف منتظمین اراضیات کانشی پور کے متعلق امور عامہ میں شکایات کی ہوئی ہیں۔ ان کی تحقیقات کے لئے چوہدری غلام احمد خان صاحب وکیل ہائی کورٹ کو مقرر کیا ہوا ہے۔ ان شکایات کے متعلق چوہدری صاحب موصوف بتاریخ ۲۴ و ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۴ء کو بمقام قادیان دفتر امور عامہ میں تحقیقات فرمائینگے۔ لہذا جن احباب نے اراضیات کانشی پور کے متعلق شکایات کی ہوئی ہیں انکو بذریعہ اس اعلان کے مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ پر قادیان تشریف لاویں۔

اسی طرح فریق ثانی منتظمین اراضیات کانشی پور کو بھی بذریعہ اس اعلان کے مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ تمام یا ان سب کی طرف سے کوئی ایک تحریری طور پر اراضیات کی قائمقامی حاصل کر کے جس کا ساختہ پرداختہ سب منتظمین کو منظور ہو تاریخ مقررہ پر تشریف لاوے۔

ناظر امور عامہ۔ قادیان

جن کا کوئی انکار نہیں کرسکتا ؛

پھر ایک تیسرا قانون ہے۔ کہ جب ایک جماعت اکٹھی ہو۔ اور اس کو مل کر رات دن رہنا پڑے۔ تو مختلف حالتیں پیدا ہو کر ایک رنگ ان میں پیدا کرتی رہتی ہیں۔ گویا ایسی حالت ہے۔ کہ ایک دوسرے سے باندھ دیا ہے۔ کبھی فاعلی اور انفعالی قوتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ کبھی قبض اور بسط کے اثرات نمودار ہیں۔ رات دن اکٹھے رہتے ہیں۔ اور ان حالتوں میں یکساں گزرتے ہیں۔ گویا ان کو باہم باندھ دیا ہے۔ اس مذکورہ تقسیم کے لحاظ سے یہ ۴ قسم کی حالتیں ہو جاتی ہیں۔ چونکہ وہ سب اکٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی قدرتی بات ہے۔ کہ ایسی جگہ باہم اختلاف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تنازعہ بھی ہو جاتا ہے اور پھر اس سے تنافر اور تخاصد بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس طبعی قانون سے ہم الگ نہیں ہو سکتے۔

ہم سب ایک لمبے سفر میں ساتھ رہے ہیں۔ اور وہ دن خدا کے فضل سے ختم ہو رہے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ لوگ جن کو باہم اکٹھا رہنا پڑتا ہے ان میں سے بعض میں قبض اور بعض میں بسط کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک رفیق میں قبض یا بسط ہے۔ تو دوسروں کا اس سے متاثر ہونا ضروری ہے۔ یہ طبعی قانون ہے نبی نہیں بچ سکتے۔ تو اور کی کیا ہستی ہے۔ اور پھر اگر اختلاف ہو۔ اور مختلف خیال ہوں۔ تو ایک مشرق کو اپنے خیالات کی رو میں جا رہا ہوگا۔ تو دوسرا مغرب کو۔ اس سے لازماً اثر پڑ کر اختلاف پیدا ہوگا۔ پس اس کے دور کرنے کے لئے لفظوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ قلبی خیالات سے ہی اصلاح ہوگی ؛

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ کہ فاعلی اور انفعالی قوتیں اپنا کام کرتی ہیں۔ اب اگر وہ طبعی نہیں ہیں۔ تو حیوانی رنگ میں نقصان رساں ہونگی۔ اور لازماً نتیجہ خطرناک ہوگا۔ اور اس صورت میں یہ خطرہ ہر وقت سامنے ہے۔ کہ طبعی حالت کا حیوانی حالت سے ٹکراؤ ہو جاوے۔ اور اس سے پھر یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ ان جھگڑوں کو ہمیشہ اپنے دل میں یاد رکھے۔ جس سے اس کا دل اور دماغ دونوں خراب ہو کر اس کی اخلاقی اور روحانی حالت تباہ ہو جائے گی۔ اور نہ صرف اس کی بلکہ اپنے متعدی اثر کی وجہ سے وہ سوسائٹی کو بھی خراب کر دے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے دل میں جگہ نہیں دیتا۔ اور حیوانی جذبات سے نکل کر وہ روحانی حالت میں چلا گیا ہے۔ تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو تیل مل کر پانی میں غوطہ مارتا ہے۔ جب یہ اس میں سے باہر آتا ہے۔ تو پانی اس کے جسم پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اور فوراً جسم خشک ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں بھی قبض اور بسط کی حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ دوسروں کے اثرات بھی پڑتے ہیں۔ مگر وہ ان کے بڑے اثرات سے صاف نکل آتا ہے۔ چونکہ یہ سفر ختم ہونے والا ہے۔ اس

ہم اس گذرے زمانہ میں طبعی قوانین سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لئے میں یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ان تین حالتوں میں کامل مومنوں کی حالت پیدا کرنے کی کوشش کرو اور کم از کم طبعی حالت پیدا ہو کر نسیانی کیفیت پیدا ہو جائے یعنی اگر خود کوئی ایسی بات کی ہے۔ جو دوسروں پر بُرا اثر ڈال سکتی ہے۔ تو حالت انفعالی پیدا کرو۔ اور اس انفعال سے پھر نسیان پیدا کر کے اس کو اپنے دل سے محو کر دو۔ اگر ایسا کرو گے تو یہ جذبات حیوانی رنگ پیدا نہ کرینگے۔ اور خوشی کا موجب ہونگے میں نے اسی غرض سے تم کو اکٹھا کیا تھا۔ کہ یہ نصیحت کر دی جاوے۔ اور جمعہ بھی پڑھ لیا جاوے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس سفر کے نیک نتائج سے ہم کو بہرہ مند کرے۔ اور اس کے بُرے نتائج سے محفوظ رکھے۔ آمین ؛

پھر دوسرے خطبہ میں فرمایا :-

جب ہم اس سفر کے لئے چلے تھے۔ تو ہمارے احساسات اور تھے۔ میرے اور تھے اور تمہارے اور۔ میرے احساسات تو اسی حد تک تھے۔ کہ تبلیغ کے آئیندہ نظام کے لئے میرا خود حالات کو دیکھنا ضروری ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ تھے۔ کہ وہاں جاتے ہی لوگ سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے یا کیا ہوگا۔ (حضرت نے اس خیال کی مجلس مشاورت میں تردید کی تھی اور فرمایا تھا کہ اس خیال کو مدنظر رکھ کر سفر کرنا غلطی ہے۔ خدا تعالےٰ کوئی نتائج پیدا کرے یہ دوسرا امر ہے عرفانی)

بہرحال مختلف احساسات تھے۔ کسی کا یہ بھی خیال ہوگا کہ انگلستان میں قدم رکھتے ہی سارا انگلستان مسلمان ہو جائیگا مگر جس خیال اور ارادہ کو لے کر ہم آئے تھے۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان حالات کو جو پیش آئے دیکھتے ہوئے میں یہ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ ہر ملک میں جہاں ہم گئے ہیں جو کامیابیاں ہوئی ہیں۔ اور جس طرح پر خدا تعالےٰ نے ہماری تائید کی ہے۔ یہ ہمارے وہم و قیاس اور خیال سے بہت ہی بالا تھی۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ اسے ہمارے قیاس سے نسبت ہی نہیں۔ اس لئے وہ ہمارے کام کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ

محض اسکا فضل ہے

انسان جب سمجھتا ہے۔ کہ ایسا ہوگا۔ اور اس سے کچھ بڑھ کر ہو۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ یہ فضل ہے۔ لیکن جہاں جو کچھ ہوا ہو۔ وہ خیال سے بالاتر ہی ہو۔ اور ہماری کوشش کے مقابلہ میں سینکڑوں گنا نتیجہ ظاہر ہو۔ تو کون ہے۔ جو یہ اقرار نہ کریگا۔ کہ

یہ محض خدا کا فضل اور اسکے رحم کے برکات ہیں

اگر ایک شخص بھی ہمارے پاس نہ آتا۔ ایک بھی ہمارا لیکچر نہ ہوتا تو میرے لئے یہ ایک معمولی امر ہوتا۔ کیونکہ میں تو اس امید اس خیال اور غرض سے نکلا ہی نہ تھا۔ میری غرض تو یہی تھی۔ کہ خود جا کر حالات کا معائنہ کروں۔ پس میرے لئے جو کچھ ہے وہ تو سراسر اس کا رحم اور فضل ہی ہے۔ اور اگر تم میں سے کسی کو یہ خیال تھا۔ تو اس کی امید اور خیال سے بھی بہت بڑھ کر خدا نے فضل کیا ہے۔ اور یہ اس کا

محض احسان اور کرم ہے

ایسی حالت میں مومن کا فرض ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر کرے۔ یہ شکر اس کے انعام کو بڑھائے گا کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید - میری نعمت کا اگر تم شکر کرو گے۔ تو ضرور ضرور ہم ان انعامات کو بڑھائیں گے۔ اور اگر تم شکر نہ کرو اور قدر نہ کرو۔ تو پھر یاد رکھو۔ کہ یہی نہیں۔ کہ وہ انعام چھین جائے گا۔ بلکہ عذاب ہوگا۔ اس سے بڑھ کر واپس دینا پڑیگا پس ضروری ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کے ان انعامات پر اس کے بہت ہی شکر گذار ہوں۔ اور اس شکر گذاری کو اپنے اعمال سے ثابت کر کے دکھائیں ؛

دیکھو اتنے قلیل عرصہ میں کہ خواب کی طرح گذر گیا۔ اس نے کس قدر فضل اور کرم ہم پر کیا ہے۔ جو کامیابی ہوئی ہے۔ اور جس رنگ میں ہوئی ہمارے وہم و خیال میں بھی نہ تھی۔ اور نہ ہمارے پاس اس کے اسباب تھے۔ مگر اس نے آپ ہی اسباب پیدا کئے۔ اور آپ ہی ان فضلوں سے ہم پر احسان کیا۔ پس ان انعامات کو قدر اور شکر کی نظر سے دیکھو۔ تاکہ اس کے فضلوں کے اور دروازے تم پر کھلیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تم ناقدری کر بیٹھو۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہم میں شکر گذاری کی روح نفخ کرے۔ اور ہم کو توفیق دے۔ کہ اس کے شکر گذار بندے بن جاویں۔ آمین ؛

بھوتہ شریف کا چیلنج

کوئی صاحب "سگ درگاہ" ہیں جو ایک صاحب سید محمد فضل شاہ کے نام سے حضرت خلیفۃ المسیح اور حافظ روشن علی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ میرے مقابل پر آؤ اور اپنا "تصوف" دکھاؤ یا دیکھو۔ ایک پتھر دس سیر بلکہ ایک من ہو۔ اسے سونا بنا دو یا میں بنا دونگا۔ جیسے تیل کے کڑاہے میں کود پڑیں۔ سگ درگاہ کو واضح ہو۔ کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے اور اللہ کی آزمائش گناہ۔ انبیاء اولیاء مداریوں کی طرح کھیل نہیں دکھایا کرتے۔ جب کفار نے کہا فات بآیۃ ان کنت من الصادقین (نشان دکھاؤ) تو جواب ملا انما الآیات عند اللہ (نشان اللہ کے اختیار میں ہیں۔ جب اور جو نشان چاہے دکھائے۔ رسول تو ما کان لنا ان ناتی بآیۃ ہی سنایا کرتے ہیں۔ آہ اسلام کے نام لیوا اسلامی مسائل سے کس قدر

کھاریاں میں غیر احمدیوں کے ساتھ ہمارا کامیاب مناظرہ

اوائل نومبر میں انجمن غیر احمدیاں کھاریاں نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنا پہلا سالانہ جلسہ کرنیکو ہیں۔ اور ۲۹ اور ۳۰ نومبر جلسہ کی تاریخیں مقرر کی گئیں۔ اسکے ایک ہفتہ بعد پروگرام جلسہ شائع ہوا۔ اس میں اکثر تقاریر جماعت احمدیہ کے خلاف تھیں۔ کیونکہ مخالفتِ احمدیت ہی اس جلسہ کی غرض و غایت تھی۔ اس پروگرام میں ایک فٹ نوٹ دیا گیا۔ کہ فرقہ مرزائیہ کو "صداقت مرزا" اور "حیات مسیح" پر تبادلہ خیالات کے لئے "اجازت" ہے۔ باوجودیکہ پروگرام میں ختم نبوت پر بھی تقریر تھی۔ اور ہمارا مطالبہ بھی تھا۔ مگر اس تقریر کے بعد تبادلہ خیالات کا وقت نہیں دیا گیا۔ انجمن احمدیہ جلسہ سے پیشتر کئی بار ان سے پوچھتی رہی۔ کہ مناظرہ کے لئے کتنا وقت دیا جائے گا۔ کیا کیا شرائط مدنظر رکھی جاوینگی۔ مگر جواب خاموشی ہی تھا۔ آخر ۲۷ر نومبر کو ہم نے ان سے تحریری پوچھا۔ کہ کتنا وقت دیا جائیگا۔ جس کا جواب ۲۸ر نومبر کی رات کو یہ ملا۔ کہ مناظرہ کے لئے کل وقت ۱۱۵ منٹ ہونگے۔ ۷۰ منٹ غیر احمدیوں کے لئے اور ۴۵ منٹ احمدیوں کے لئے۔ ہم نے لکھا۔ کہ یہ بے انصافی ہے۔ وقت مساوی ہونا چاہیئے۔ کیا کبھی دنیا میں ایسا مناظرہ بھی ہوا ہے۔ کہ معترض کو مجیب سے زیادہ وقت دیا گیا ہو۔ مگر جواب ملا۔ جو فیصلہ کیا گیا ہے۔ مناسب ہے۔ اگر اس پر عمل کرنا ہے۔ تو آجاؤ۔ اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوگی۔ آخر یہ سمجھ کر کہ عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے اور مناظرہ سے پہلو تہی کیلئے یہ صورت اختیار کی گئی ہے۔ ہم نے ۲۹ر نومبر کو دوپہر کو ایک مسودہ اشتہار لکھا۔ جس کا عنوان تھا۔ "غیر احمدی علما کا مباحثہ سے فرار" اور اس میں ساری حقیقت بیان کر دی۔ اسی وقت ہمارا خادم آدمی جہلم گیا۔ اور رات کے گیارہ بجے وہ اشتہار طبع کرا کر لے آیا۔ یہ اشتہارات ۲۹ر اور ۳۰ر نومبر کی درمیانی شب کو دو تین بجے رات کے قریب مختلف مقامات پر چسپاں کئے گئے۔ اس اشتہار نے ان غیر احمدیوں کے دلوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ ۳۰ر نومبر کی صبح کو غیر احمدیوں کا سکرٹری مع چند اور ممبران اشتہارات کو چاقوؤں سے چھیلتا چھیلتا پھرتا تھا۔ اور جو اشتہار اکھڑ نہ سکتا تھا اس پر گوبر وغیرہ ملتا تھا۔ ان میں سے کئی اشتہار ابھی تک موجود ہیں۔ جن پر گوبر ملا ہوا ہے۔

۳۰ر نومبر کی صبح کو جب غیر احمدیوں کا جلسہ شروع ہوا تو مولوی کرم دین ساکن بھیں اٹھا۔ اور بڑیاں ہانکنے لگا۔ کہ جیتنگ میں میدان جلسہ میں کھڑا ہوں۔ احمدیوں کو جرأت نہیں۔ کہ مناظرہ کے لئے باہر نکلیں۔ میں نے مرزا صاحب سے مقابلہ کیا۔ مرزا صاحب مقدمہ کی پیروی کے وقت جب میرے سامنے کھڑے ہوتے۔ تو بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ وہ ابھی یہ باتیں ہی کر رہا تھا کہ ہم اچانک بلائے ناگہانی کی طرح میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ ہم نے سب انسپکٹر صاحب پولیس کھاریاں سے جو ایک نہایت ہی منصف مزاج آدمی ثابت ہوئے ہیں۔ استدعا کی کہ وہ بھی جلسہ میں تشریف لاویں۔ تا جلسہ میں امن قائم رہے۔ آخر صاحب موصوف کی کوشش سے بہت رد و کد کے بعد غیر احمدیوں نے با دل ناخواستہ تسلیم کیا۔ کہ فریقین کو مساوی مساوی وقت دیا جاوے۔ دونو مضامین (حیات مسیح علیہ السلام اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام) کے لئے دو دو گھنٹہ وقت مناظرہ مقرر ہوا۔ اور مناظرین کو پندرہ پندرہ منٹ تقریروں کے لئے دیئے گئے۔

گیارہ بجے مناظرہ شروع ہوا۔ پہلا مبحث وفات مسیح علیہ السلام تھا۔ غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی محمد حسین کولوتارڑی بحیثیت مدعی حیات مناظر کھڑے ہوئے۔ اور آیات بل رفعہ اللہ الیہ۔ وان من اہل الکتاب اور انہ لعلم للساعۃ کو رفع جسمانی اور حیات مسیح کے بطور نص بیان کیا۔ ہماری طرف سے مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل مناظر تھے۔ شمس صاحب نے مولوی محمد حسین کے دلائل کو ایسا توڑا۔ کہ غیر مسلم پبلک بھی محسوس کرتی ہے۔ لفظ رفع کے معانی لغت سے بیان کر دینے کے بعد مولوی محمد حسین سے مطالبہ کیا۔ کہ اس آیت کے سوا کیونکہ یہ متنازعہ فیہ ہے۔ کوئی ایسی مثال پیش کرو۔ جس میں لفظ رفع ہو۔ اور فاعل ہو۔ اور کوئی ذی روح مفعول ہو۔ تو اس کے معنی رفع جسمانی کے ہوں۔ مگر آخر تک وہ اس کو پورا نہ کر سکا اور انشاء اللہ قیامت تک پورا نہ کر سکے گا۔ غیر احمدی مولوی کے دلائل توڑنے کے بعد شمس صاحب نے پندرہ کے قریب اعتراضات پیش کئے۔ جو عقیدہ حیات مسیح کے سبب سے ان پر پڑ سکتے تھے جن کا کوئی معقول جواب آخر تک نہ دیا گیا۔ ان میں سے چند ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

(۱) خداوند کریم نے تمام نبیوں سے اقرار مؤکد لیا ہے۔ کہ اگر ان کی زندگی میں کوئی اور سچا رسول آجاوے۔ تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنی ان پر فرض ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آیت و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ الایۃ۔ بلکہ بعض تفاسیر میں رسول سے مراد محمد رسول اللہ صلعم لکھا ہے۔ دیکھو جلالین زیر آیت مذکورہ اور جو اس اقرار کے بعد اس پر کاربند نہ ہو۔ تو وہ فاسق ہوگا۔ چنانچہ پڑھو آیت کا اگلا حصہ ومن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ اب اگر حضرت عیسےٰ تا ایندم زندہ آسمان پر ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ نبی کریم صلعم کی مدد کے لئے آسمان سے نہ اترے۔ حالانکہ بدر و دیگر غزوات میں ملائکہ آسمان سے اترے۔

(۲) حضرت عیسےٰ کا آسمان پر لے جانے سے خدا کمزور ٹھہرتا ہے کیونکہ غالب مقابلے کے وقت اپنی چیز چھپایا نہیں کرتا۔ بلکہ کمزور چھپاتا ہے۔

(۳) کوئی آدمی اپنے محبوب کی تصویر کی بے عزتی پسند نہیں کرتا۔ تو پھر خدائے تعالےٰ نے کیونکر اپنے پیارے نبی کی شکل ایک یہودی پر ڈال کر صلیب پر اس کی بے عزتی کرائی۔

(۴) معلوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند کریم یہود سے بہت ڈرتا تھا۔ تبھی تو ان کو خوش کرنے کے لئے ایک کو ہم شکل مسیح بنا کر انہیں دے دیا۔ تا وہ اپنا غم و غصہ نکال لیویں۔ ورنہ جب حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے جا چکے تھے۔ تو آپ کے ہم شکل کسی کو بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

غرض اس طرح بہت سے اعتراضات کئے۔ جن کا جواب کوئی نہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ شمس صاحب نے وفات مسیح کے کئی دلائل پیش کئے۔ مثلاً (۱) ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اس کو تو مخالف مولوی نے ہاتھ تک نہیں لگایا (۲) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء الآیۃ۔ یعنی جتنے معبودان باطلہ ہیں وہ مردہ ہیں۔ چونکہ مسیح بھی معبودان میں شامل ہیں۔ اس لئے آپ بھی فوت شدہ ہیں۔ اس پر مولوی محمد حسین نے کہا کہ فرشتے بھی معبودان باطلہ میں شامل ہیں۔ اس پر شمس صاحب نے جواب دیا۔ کہ اس آیت میں ان معبودان باطلہ کا ذکر ہے۔ جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے۔ جو عالم خلق سے ہیں اور ملائکہ عالم امر سے ہیں۔ اس لئے وہ ان میں شامل نہیں ہیں۔ اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ (۳) آیت فلما توفیتنی کو پیش کرکے بتایا۔ کہ حضرت مسیح کی جدائی عیسائی قوم سے بذریعہ وفات ہوئی ہے۔ چونکہ اس وقت حضرت مسیح ان میں موجود نہیں۔ اس لئے حضرت مسیح کی وفات ہو چکی ہے۔ مولوی محمد حسین نے توفیتنی کے معنے آسمان پر لے جانے کے کئے۔ جس پر شمس صاحب نے ان معنوں میں مستعمل شدہ لفظ توفی کی مثال پیش کرنے پر پچاس روپیہ نقد انعام دینے کو کہا۔ اور ایک ہزار روپیہ انعام حضرت مسیح موعود والا یاد دلایا۔ مگر اس طرف کوئی نہ آیا۔ اور آ بھی کس طرح سکتا تھا جب کہ ان کو یہ امر اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ اس بات کو ثابت کرنے کی آج تک کسی غیر احمدی مولوی کو کبھی پہلے جرأت ہوئی اور نہ اب ہے۔ چنانچہ غیر احمدیوں کے مشہور مولوی ثناء اللہ ... نے بھی یہ بات ثابت کر کے انعام حاصل کرنے کا آج تک حوصلہ نہیں کیا

باقی آئندہ

اشتہارات

اشتہار بموجب زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲ بنام مدعا علیہ

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج

درجہ چہارم ضلع جھنگ

دوکان دیال رام ۔ حویلی رام ۔ واقعہ اسلام پور تشبیب بذریعہ حویلی رام ولد ہردیال ذات ناگپال سکنہ اسلام پور تشبیب تحصیل شورکوٹ ۔ مدعی ؛

بنام

جلال ورحمت مدعا علیہ

دعویٰ ۳۵۰ بروے رہن

اشتہار بنام جلال ورحمت پسران جیان ذات ارائیں سکنہ چک ۹۷ تحصیل شورکوٹ ۔ مدعا علیہ

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے ۔ کہ تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتے ہو ۔ اس واسطے اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲ ضابطہ دیوانی تمہارے نام جاری کیا جاتا ہے ۔ کہ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کو حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کی کرو ۔ ورنہ تمہاری عدم موجودگی میں تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ کی جاوے گی ۔ تحریر ۸ / ۱۲ / ۲۳

دستخط حاکم مہر عدالت

ازعدالت ڈھلوان باجلاس میاں عبدالمجید خانصاحب

عدالتی بہادر ریاست کپورتھلہ

گلاب ولد محمد بخش ذات آرائیں ۔ سکنہ میراں پور ۔ تحصیل بھونگہ ۔ مدعی

بنام

عبداللہ ولد سوداگر ۔ ارائیں ۔ سکنہ میراں پور ۔ مدعا علیہ

دعویٰ دخلیابی بذریعہ حق شفع ۔ آراضی تعدادی ۱/۹ ۱۹

اشتہار بنام مدعا علیہ عبداللہ ۔ چونکہ مدعا علیہ عبداللہ کے خلاف مدعی نے دعویٰ دخلیابی بذریعہ حق شفع دائر عدالت ہذا کیا ہوا ہے ۔ چونکہ عبداللہ مدعا علیہ عدم پتہ ہے ۔ اس لئے اس کو بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع کیا جاتا ہے ۔ کہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر تاریخ مقررہ ۲ پوہ سمت ۸۱ پر جوابدہی اور پیروی مقدمہ کرے ۔ ورنہ عدم حاضری کی کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی

تحریر ۲۲ مگھر سمت ۱۹۸۱

دستخط حاکم مہر عدالت

تریاق چشم رجسٹرڈ کی تازہ تصدیق

ایک رئیس اعظم کی قلم سے جو وائسرائے ہند کی کونسل کے ممبر بھی ہیں

از رجوعہ ۲۷ / ۱۰ / ۲۳ ۔ مکرمی جناب مرزا صاحب زاد عنایتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بندہ بعارضہ چشم عرصہ دو ماہ تک بیمار رہا ۔ اکثر ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ آپ کا سرمہ استعمال کرنے سے ککرے جاتے رہے ۔ اب کوئی شکایت نہیں ہے ۔ واقعی آپ کا سرمہ ککروں کے واسطے اکسیر ہے ۔ میں نے بہت سے مریض جن کو آنکھوں میں ککرے تھے ۔ استعمال کیا ۔ جن کو صحت ہو گئی ہے ۔ آپ کا سرمہ تریاق چشم ککروں کیواسطے نہایت ہی اعلیٰ ہے ۔

نیاز مند

(سردار) سید غلام عباس (ایم ۔ ایل ۔ اے) رئیس رجوعہ تحصیل چنیوٹ ۔ ضلع جھنگ ۔

قیمت تریاق چشم پانچ روپے (صہ) فی تولہ علاوہ محصولڈاک ۔ ۷ ر بذمہ خریدار ؛

خاکسار مرزا حاکم بیگ احمدی ۔ موجد تریاق چشم شاہ دولہ صاحب گجرات ۔ پنجاب

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑیگا جو ملا ہے

گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

خدائے تعالیٰ حی وقیوم کی ذات ہی ہر ایک قسم کے نقص سے پاک اور منزہ ہے ۔ اس پر نہ فنا ہے ۔ نہ زوال ۔ صرف وہی ذات ہے ۔ جس پر کوئی موت فوت نہیں ۔ دوسرا کوئی وجود ایسا نہیں ۔ جو اس کا شکار نہ ہو ۔ موت ایک طبعی امر ہے ۔ جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔ مگر ایک وفادار کا یہ بھی ایک طبعی تقاضا ہوتا ہے ۔ کہ وہ اپنے محسن اور مربی کے دکھ کو اپنا دکھ اور اس کے سکھ کو اپنا سکھ سمجھتا ہے ۔ اور جہاں اس کا دل اپنے محسن کی محبت سے لبریز ہوتا ہے ۔ وہاں اس کے اہل و اطفال اور متعلقین کی محبت سے بھی سرشار ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہ اس کے محسن کی یاد کو تازہ رکھنے والی نشانیاں ہوتی ہیں ۔ اس لحاظ سے اس وفادار انسان کو جس طرح اپنے محسن اور مربی کی جدائی تڑپاتی اور غمزدہ کرتی ہے ۔ اسی طرح اس کے متعلقین کی فرقت اور جدائی بھی اس کو ناشاد اور مغموم کرتی ہے ۔ ناظرین الفضل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے حرم ثانی حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ چکے ہیں ۔ مرحومہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی دختر نیک اختر اور آپ کی یاد کو تازہ رکھنے والے نشانوں میں سے ایک نشان تھیں ۔ جو کہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر دس دسمبر بروز بدھ دو لڑکیاں اور ایک شیر خوار بچہ چھوڑ کر اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عنایت فرماوے ۔ ہر ایک احمدی حضرت خلیفہ اول کی عظمت اور شان سے بخوبی واقف ہے جماعت احمدیہ پر ان کے اس قدر احسان ہیں ۔ کہ ہم کسی طرح بھی ان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ۔ پس جس طرح ان کی وفات ہمارے لئے صد حسرت کا موجب ہوئی ۔ اور ہمیں اندوہگین کیا ۔ اسی طرح حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی وفات حسرت آیات نے بھی جماعت کو ہجوم غم و ہم کے ساتھ گھیر لیا ۔ دس دسمبر کی شب کو خاکسار کو بھی مرحومہ کی علالت کا ایک دردانگیز نظارہ دیکھنا پڑا ۔ جس کی وجہ سے دل پگھلا جاتا تھا ۔ اور جان گھٹی جاتی تھی ۔ عشاء کے بعد خاکسار کو تلاوۃ قرآن کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے یاد فرمایا ۔ خاکسار نے دو اڑھائی پارہ کی تلاوۃ کی ۔ مگر مرحومہ کی بڑی لڑکی جسکی عمر چھ سات برس کی ہوگی جس لگن سے والدہ کے لئے بلبلا رہی تھی ۔ اور اپنی چھوٹی بہن کیلئے والدہ سے درخواست کر رہی تھی ۔ کہ آپا رشیدی (امۃ الرشید) کو بھی پیار کرو ۔ دیکھکر کلیجہ پھٹا جاتا تھا ۔ جب ہمارے دلوں کی یہ کیفیت تھی ۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح کے دل پر کیا گذرتی ہوگی ۔ مگر جس کو خدا بڑا بناتا ہے ۔ اس کو دل گردہ بھی بڑا عطا کرتا ہے ۔ باوجود اسکے کہ حضور کی اپنی طبیعت ناساز اور بیمار تھی ۔ مگر آپ مرحومہ کی خدمت اور تیمارداری میں ایسے مصروف تھے ۔ کہ اپنی تکلیف کو آپ نے بھلا دیا ہوا تھا خدا خود حضور کے اس صبر کا اجر ہو ۔ اس معصوم بچی کا اپنی والدہ کیلئے بیتاب ہو ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنا اور دوسروں کو دعا کیلئے کہنا باوجود سخت غمزدہ حالت ہونیکے ایک نہایت خفیہ مسرت بھی پیدا کرتا تھا ۔ کہ خدا تعالیٰ نے خاندان نبوت کے معصوم بچوں کو بھی کیسی پاک فطرتیں اور اپنی طرف رجحان بخشا ہے ۔ راتوں رات بارش میں ہی بکرے خریدے اور صدقہ میں ذبح کئے گئے ۔ اور پھر اسی وقت غرباء میں تقسیم کئے گئے ۔ مگر مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ جو مقدر تھا وہی ہوا ۔ اور مرحومہ اپنے تمام متعلقین کو داغ مفارقت دیکر اس ناپائیدار دنیا سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئیں اور احمدی جماعت کیلئے حضرت خلیفہ اول کی وفات کے غم کو تازہ کر گئیں ۔ اس انتقال پر ملال پر ہم اپنے درد کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتے ۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کے حضور باچشم گریاں دردِ دل سے دعا کریں ۔ کہ خدا تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کو اس صبر کا کامل اجر عطا فرماوے ۔ اور حضور کو اور مرحومہ کی والدہ ماجدہ اور برادران و دیگر تمام جماعت کو ... اور رحمت کا مصداق بناوے اور مرحومہ کی اولاد کو پاک اور دراز زندگی کے ساتھ مرحومہ کی یادگار بناوے آمین ۔ خدا ہمارے تمام غموں کو خوشیوں کے ساتھ مبدل کرے ... خاتم فرماوے ۔ واللہ غالب علیٰ امرہ :- خاکسار حافظ جمال احمد